قرآن کی تعلیمات

(ایک انگریز کی نظر میں)

حال ہی میں ایک کتاب "تاریخ کے حوادث" (WHAT HAPPEND IN HISTORY.) انگلستان سے شائع ہوئی ہے جس میں ان اقوام کے مذہبی خیالات، رسوم، علم الاصنام، خرافات، اوہام پرستی اور ایک ان دیکھی ہستی کے تصوّرات پر بحث کی گئی ہے جو زمانہ تاریخ اور اس سے پہلے گزر چکے ہیں اور جن کے حالات کا سراغ کتبوں، قدیم اوزاروں، برتنوں، قبروں اور دوسری چیزوں سے معلوم ہوتا ہے۔

مصنف نے اپنے دائرۂ تحقیق کو مصر اور مشرق وسطیٰ تک محدود رکھا ہے لیکن اس میں مشرق کے تقریباً تمام مذاہب اور ممالک کا ذکر آ گیا ہے اور ضمناً ان حقائق پر بھی روشنی ڈالی گئی ہے، جن کا ماخذ تاریخ ہے۔

مذاہب اور عقائد کے تذکرہ میں جہاں یہودیت اور عیسائیت پر اشارات کئے گئے ہیں، وہاں اس کتاب میں اسلام اور اس کی تحریکات کا بھی ذکر آ گیا ہے۔

آغاز میں مصنف نے ضرورت سمجھی ہے کہ لوگوں سے اسلام کا تعارف کرائے اور اس "عجیب وغریب مگر پُرتاثیر" مذہب کی تعلیم کو بے نقاب کرے، چنانچہ مضمون کے تعارفی حصہ میں اپنے خیالات کا آغاز ان الفاظ سے کیا ہے:۔

"بہت سے لوگ اسلام کو مذہب (RELIGION) کی حیثیت سے جانتے ہیں۔ لیکن بہت کم لوگ ہیں جنہوں نے "تحریک" کے نقطۂ نظر سے اس کا مطالعہ کیا ہے۔ مختصر سے مختصر الفاظ میں اس مفہوم کو اس طرح ادا کیا جا سکتا ہے کہ اسلام دنیا کے تمام مذاہب میں نرالا ہے۔ وہ ایک تاریخ بھی ہے اور ایک زبردست تحریک بھی۔ وہ سیاست بھی ہے اور اجتماعیت بھی، وہ نفسیات کی پہلی کتاب بھی ہے

اور روحانیت کی آخری کتاب بھی، وہ دین اور دنیا کا ایسا مرکب ہے جو درحقیقت دنیا کے تمام مذاہب سے بے نیاز کر دیتا ہے۔ قرآن کا مطالعہ کرنے کے بعد یہ بات ماننی پڑے گی کہ اس کا "مصنف" خواہ کوئی ہو، اپنے زمانہ ہی کا نہیں بلکہ بہت سے زمانوں کا ایک زبردست معلّم ہے۔ پہلی بات تو یہ ہے کہ قرآن کا مصنف ایک برھانی اور عقلی دماغ کا "انسان" ہے۔ وہ اپنے ہر مضمون میں اس بات کی بڑی احتیاط کرتا ہے کہ کوئی دعویٰ بلا دلیل نہ ہو، وہ بار بار عقل کے اعتماد پر زور دیتا ہے۔ عقل سے کام نہ لینے والوں کو حیوان ٹھہراتا ہے اور عقل ہی کو حقائق کی کسوٹی ٹھہراتا ہے۔ وہ کوشش کرتا ہے کہ وہم پرستیوں سے دُور رہے اور خرافات کا کوئی شائبہ اپنے خیالات میں نہ آنے دے۔ اس کا اندازِ فکر اس حکیم سے ملتا ہے جو صرف کائنات پر غور کرتا ہے۔ قرآن کی یہ خوبی پہلے تو انسان کو حیرت میں ڈالتی ہے، پھر اسے اپنی طرف کھینچتی ہے اور آخر میں اپنا گرویدہ بنا لیتی ہے۔"

آگے چل کر مصنف لکھتا ہے:

"مورخین کو یہ بات سمجھنے میں بہت زیادہ تکلّف سے کام لینا پڑا ہے کہ عرب کے وحشی انسانوں نے بغداد اور قرطبہ (اسپین) میں علوم و فنون کی بنیاد کس طرح ڈالی ہے؟ وہ عربوں کے علمی ذوق کو دیکھ کر حیران رہ گئے۔ لیکن یہ بات نہ سمجھ سکے کہ ان کے اس ذوق کے محرکات کیا تھے۔ کسی نے کوئی وجہ بیان کی، کسی نے اسے اتفاق کے سر منڈھ دیا، حالانکہ یونانی علوم کی طرف رغبت بھی وہی قوم کر سکتی ہے جسے پہلے سے عقلی علوم کا چسکہ ہو، لیکن اگر یہ مؤرخ قرآن سے بھی واقف ہوتے تو انہیں اس قدر دُور از کار باتیں بنانے کی ضرورت پیش نہ آتی۔ وجہ صاف ہے کہ قرآن عقل کا زبردست مؤیّد ہے اب بات بالکل صاف ہے کہ جس قوم کا مذہب عقلی اور برھانی ہو وہ سائنس اور علوم کی مخالف نہیں ہوگی بلکہ مذہبی حیثیت سے سائنس کی سرپرستی کرنا اس کا فرض ہوگا۔ اگر قرآن عقل کی افادیت کا قائل نہ ہوتا تو مسلمان بھی علوم کی سرپرستی قبول نہ کرتے اور اسپین کی راہ سے سائنس کی شمع یورپ میں کبھی روشن نہ ہوتی۔"

اس کے بعد کتاب کے مصنف (V. GORDON CHILDE) نے اسلام کی بعض خصوصیات پر روشنی ڈالی ہے، وہ لکھتا ہے:

"ہماری مہذب دنیا میں آرٹ (فنونِ لطیفہ) کو اہمیت حاصل ہے۔ وہ ہمارے کلچر کا جزو بن

چکا ہے، مگر دنیا کو یہ سُن کر حیرت ہوگی کہ قرآن میں آرٹ کے لئے کوئی جگہ نہیں۔ جن لوگوں نے جمالیات میں زندگی گزاری ہے اور جنہیں اسے ترقی دینے پر فخر ہے وہ یقیناً اسلام سے مایوس ہوں گے کہ اس میں ان کے ذوق کی یہ چیز نہیں، لیکن داد دینی پڑتی ہے۔ قرآن کے "مصنف" کو اس نے سیرت کی ان تمام برائیوں کو چیلنج کیا جو آرٹ کے نام سے ہماری سوسائٹی کو گمراہ کر رہی ہیں اور اس کی قدر اس وقت معلوم ہوگی جب ایک طویل زمانہ کے بعد آرٹ کی برائیاں زندگی کی سطح پر آجائیں گی اور ہماری نئی نسل کو گھن لگا دیں گی۔

ہمارا آرٹ کیا ہے؟ ذہن کی بے راہ روی، اخلاق کی کجی، ذوق کی شوریدگی، جنسی انارکی، عیش وعشرت کی بے لگامی اور پرانی برائیوں کو چھپانے کی ایک ترکیب!

قرآن نے بت پرستی کی تردید اور مذمت کر کے آرٹ کی آدھی عمارت کو مسمار کر دیا کیونکہ آرٹ کا بہت بڑا حصہ قدیم زمانہ کے بتوں اور تصویروں کی ایک شرمناک یادگار ہے اور ان جنسی تعلقات کی یاد دہانی جن پر جمالیات کا خول چڑھا ہے۔ قرآن حسن ایزدی کا آئینہ تو ہے، فحش کاری کا معلّم نہیں ہے۔

آج کل فنونِ لطیفہ کی بڑی قدر ہے لیکن وقت آئے گا کہ آرٹ کی برائیاں ظاہر ہوں گی اور اس کی پیش بینی ایک حقیقت بن کر سامنے آئے گی۔"

مصنف نے اسلامی ارکان پر جس انداز میں تبصرہ کیا ہے وہ بھی قابل ملاحظہ ہے:۔

"قرآن نے جن فرائض پر روشنی ڈالی ہے انہیں پڑھ کر یقین ہو جاتا ہے کہ اس کے "مصنف" نے دین اور دنیا کو سمونے کی کامیاب کوشش کی ہے۔ نماز پانچ وقت پڑھی جاتی ہے جو زندگی کی ایک دوامی حرکت ہے۔ ایک ان دیکھی ہستی سے تعلق پیدا کرنا، اور اس کے ذریعہ دنیا کے ساتھ اس کے مناسب [illegible] سلوک کرنا۔ نماز کا سب سے بڑا مقصد ہے اور خیال میں نہیں آسکتا کہ اس سے بہتر کوئی عبادت [illegible] کوئی طریقہ اور ہو سکتا ہے۔ جب ایک شخص مسجد میں نماز کے لئے حاضر ہوتا ہے تو وہ [illegible] کا تصور نہیں کرتا بلکہ خدا کی ساری مخلوق سے اپنے رشتہ کی تجدید کرتا ہے۔ حج کے [illegible] کا عکس بڑے [illegible] وہ سب کچھ [illegible] ہے جو ایک [illegible] کو پر [illegible]

مصنف [illegible]

روح سے خالی ہیں۔ قرآن نے زکوٰۃ کو تجارت سے بالاتر رکھا ہے، وہ ایک ایسی صداقت ہے جس کا مفہوم زمانۂ حال کی کسی تحریک میں نہیں پایا جاتا۔

"اسلامی روزہ کے متعلق صرف اتنا کہنا کافی ہوگا کہ اس میں انسانی کمزوریوں کی پوری رعایت رکھی گئی ہے اور ہمارا خیال ہے کہ روزہ کی دوسری شکلیں اس شکل کے مقابلہ میں ہیچ ہیں۔"

قرآن کی سیاست پر مصنف نے پورے دو صفحوں میں بحث کی ہے۔ آخر میں لکھا ہے:۔

"قرآن کو دوسری مذہبی کتب پر یہ تفوق حاصل ہے کہ اس میں سیاست اور اصول حکمرانی پر سیر حاصل بحث کی گئی ہے۔ قرآن نے سیاست میں ذرا بھی کمزوری نہیں دکھائی۔ سیاست کے ہر حیز میں وہی زور اور تاثیر ہے جو اس کا فطری تقاضا ہے، سب سے بڑی بات یہ ہے کہ قرآن نے اخلاق، خوفِ خدا، خدمتِ خلق اور تصورِ آخرت سے سیاست کو بیگانہ نہیں رکھا، اور یہی وہ چیز ہے جس سے موجودہ عہد کی سیاست محروم ہے اور اس محرومی نے دو بڑی جنگوں کا تماشہ دکھایا ہے۔ میں تو یہاں تک کہتا ہوں کہ یورپ کے معاہدے، یورپ کی دفاعی تدابیر، یورپ کا سیاسی اتحاد اور بین الاقوامی پارلیمنٹ یا حکومت کی تجویز اور دوسری تمام تدابیر ناکام اور بے سود رہیں گی، اگر اس کی بنیادوں میں خدا کے تصور اور اخلاقی قدروں کو جگہ نہ دی گئی، جہاں عالمی امن کے لئے بہت سے نسخے آزمائے گئے ہیں، وہاں مذہب کا یہ نسخہ بھی آزما کر دیکھ لینا چاہیئے۔ اگر اس کے لئے کوئی تیار ہو تو میں مشورہ دوں گا کہ وہ اس سلسلہ میں قرآن کو ہرگز نظر انداز نہ کرے کیونکہ اس کی رہنمائی اس کتاب سے بہتر اور کوئی کتاب انجام نہیں دے سکتی۔"

مصنف کا یہ فیصلہ بھی سننے کے قابل ہے کہ:

"افسوس کہ اسلام کی مثالی اسٹیٹ کے قیام کے لئے اب تک کسی نے کوشش نہیں کی۔ مصر، ترکی، ایران، افغانستان وغیرہ مسلم حکومتوں کو اس اسٹیٹ سے کوئی تعلق نہیں جس کا نمونہ تیرہ صدی پہلے حضرت عمرؓ نے قائم کیا تھا۔ قرآنی اسٹیٹ اور مسلم اسٹیٹ میں فرق نہ کرنے کا نتیجہ یہ ہے کہ ہم بہت سی غلط فہمیوں کا شکار ہو جاتے ہیں۔ جہاں تک کہ سیاسی طاقت کا سوال ہے وہ خود یورپ کے لئے تباہ کن ثابت ہوئی ہے۔ ایسی طاقت سے وہ کمزوری اچھی جو ہیروشیما اور ناگاساکی کی بربادی پر ماتم سرا ہو اور جو طاقت پر دو آنسو بہائے۔" (بشکریہ "الفرقان" لکھنؤ)

○